افادات: شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ
ضبط و ترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی

بیابہ مجلسِ شیخ الحدیث

صحبتے با اہلِ حق

صحبتِ یار آخر شد

سراپا شفقت اور مجسم انکسار، دعاؤں کا مخزن اور مجاہدین کا پشتیبان

محدثِ جلیل، استاذی واستاذ العلماء، قائدِ شریعت، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے افادات، فیوض و برکات اور ارشادات "صحبتے با اہلِ حق" کے مضمون ہوا کرتے تھے۔ اب حضرت شیخ الحدیثؒ کی وہ معرفت اور حکمت بھری گفتگو، محبت بھری ادائیں، دلفریب عنائتیں، موثر اور پُر مغز نصائح و ہدایتیں، خلوص بھری شفقتیں، وہ سراپا انکسار۔ وہ رأفت و رحمت کا پیکر، مجسم محبین و مخلصین کے ہجوم میں گھرے ہوئے صحبتے با شیخ عبدالحقؒ میں وہ کیف و سرور کی دلربا بہاریں، وہ منبع علم و حلم، وہ پیکرِ جود و سخا، وہ دعاؤں کا مخزن، وہ غازیوں، شہیدوں اور مجاہدین کا پشتیبان، وہ شجاعت و عزیمت اور استقامت کا ہمالہ۔ ۷ستمبر کی ظہر کے بعد ہزار تلاش و جستجو کے باوجود اس مادی اور فانی دنیا میں، اب ہم آئندہ کبھی بھی ان کی مجلس عرفانی اور صحبتِ روحانی میں حاضر خدمت نہیں ہوسکیں گے ایسے ہی ایک صدمہ جانکاہ پر سید سلیمان ندویؒ نے کہا تھا ؎

ہم سفر وادیٔ ہستی میں وہ دلبر نہ ہوا — شمع اس راہ میں اس کا رخِ انور نہ ہوا
درد اٹھ اٹھ کے میرے دل میں ٹھہر جاتا ہے — کیوں رگِ دل کی جگہ سینہ میں نشتر نہ ہوا
یہ تماشائے جہاں خواب ہے میں مانتا ہوں — پر یہ کیوں خواب میرے واسطے شب بھر نہ ہوا
دل کو کیوں موردِ احساس بنایا یارب — حسرت اس کی ہے کہ یہ دل ہوا پتھر نہ ہوا
حیف اس خون کی قسمت جو مژہ سے ٹپکے — قطرۂ اشک ہوا، بادۂ احمر نہ ہوا
دل میں بیٹھا ہو کوئی اس سے تسلی تو نہیں — پردہ دل میں جو ہے بر سرِ منظر نہ ہوا

کیا بتاؤں اور کیسے بتایا جاسکتا ہے کہ حضرت قائدِ شریعتؒ کے انتقال کے بعد دنیا پر کیا گذری؟ دل پہ کیا گذری؟ اہل دل پر کیا گذری؟ صالحین امت پر کیا گذری؟ جب حضرت شیخؒ پر اجل مسمیٰ اور تقدیر کا فیصلہ غالب آ گیا۔ اس وقت کی آپ بیتی اور جگ بیتی، اس وقت کا نقشہ، کیفیت اس وقت کی بے چینی و اضطراب اور حزن وملال کی دلگداز کیفیتیں

کیسے بیان کی جاسکتی ہیں ؟ یہ کوئی تحریر کی بات تو نہیں ، تقریر کی بات بھی نہیں ۔ یہ تو دلوں کی کیفیت ہے حروف اور نقوش سے بظاہر کوئی قلمی تصویر بن بھی جائے تو اس میں کیف و سرور کی مستی ، عشق و محبت کا ولولہ اور خلوص و للہیت اور وارفتگی کی روح کون ڈال سکے گا اور کسے تاب ہے کہ وہ اس کی جرأت بھی کر سکے ؂

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

مسجد شیخ الحدیثؒ (قدیم دارالعلوم حقانیہ) ہو یا دارالعلوم حقانیہ کا دارالحدیث اور دفتر اہتمام اور پاکستان کی پارلیمنٹ ہو یا ملکی سیاست کا خارزار۔ تحریک نظام مصطفےٰ ہو یا تحریک نفاذ شریعت کا پلیٹ فارم ۔ تحریک ختم نبوت کے معرکہ ہائے بلاخیز ہوں یا جہاد افغانستان کے سنگلاخ مراحل ، دیوانگان شیخ عبدالحقؒ اور طلب گاران "صحبتے با اہل حق ، چند ساعتے با اولیاء" کی تمنا لے کر نکلتے تو حضرت شیخؒ کو کسی نہ کسی محاذ پر موجود پاتے ، شرف دید سے مشرف ہوتے ، مرادوں کی جھولیاں بھرتے ، دعاؤں کے تحائف وصول کرتے ۔ قلب میں نور ایمان کی بہاریں اور شوق و محبت کا گلزار لے کر پھر آئندہ کے اشتیاق دید سے معمور اور بامید ملاقات رخصت ہو جاتے ۔ رخصت اور آئندہ کے شوق وصال کی یہ کیفیت ، تحریر و الفاظ کی تنگ دامنیوں میں کب ڈھالی جاسکتی ہیں ؂

دل پہ گذری جو واردات نہ پوچھ
ان کے نظروں کی کوئی بات نہ پوچھ

احقر خود بعد العصر حضرت اقدسؒ کی بارگاہ علم و فضل میں کبھی حقائق السنن کے مسودات لے کر ، کبھی ذاتی خطوط کے جوابات لکھ کر ، کبھی شوق دید ، ذوق استفادہ اور اشتیاق ملاقات کے جذبات لے کر حاضر خدمت ہوتا ۔ دن بھر کی تھکن ، ہمہ وقتی کام ، ذہنی اور فکری تعب و مشقت ، بدن کے تکاسل ۔ نتیجۃً طبعی پژمردگی ۔ غرض از دیاد کار کی وجہ سے چور چور ہوتا ۔ مگر جب ایک محبت بھرا تبسم اور ایک نیم باز نگاہ شفقت حاصل ہو جاتی تو یوں محسوس ہوتا گویا نئی زندگی مل گئی ہے یا تن مردہ میں جان آگئی ہے ؂

تیری نوازش پنہاں کا لطف کیا جانے
وہ دل جو تیری نگاہوں کا پائمال نہیں

ڈانٹ ڈپٹ ، بازپرس ، خوردہ گیری اور غلطیوں پر انتباہ کے بجائے سراپا تشکر ، اطمینان اور بات بات پر ممنونیت کا اظہار ہوتا ۔ ضعف و علالت ، پیرانہ سالی ۔ عوارض و امراض کے باوجود امالئ ترمذی پر توجہ ، مسجد کی چٹائیوں پر گھنٹوں بیٹھے رہتے ۔ اصلاح تجویز و ترمیم اور حذف و اضافہ میں فکری انہماک ۔ اور ہمت و استقامت اور عزیمت سے کام لیتے یہ دیکھ کر ہمیں اپنی جوانی پر ندامت ہوتی ۔ پست حوصلے جواں ہوتے بے ہمتی کافور ہوتی ۔ فکری الجھاؤ ۔ ذہنی تعب اور

کام اور اس کی خدمت یہی سب کچھ ہے" ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ گفتگو نرم، متانت اور محبت بھرے لہجے میں ہوتی۔ حضرتؒ یہ چاہتے تھے کہ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ ہسپتال میں کم آئیں آنے جانے، بسوں اور ویگنوں میں اترنے بیٹھنے کا سفر کی زحمت برداشت نہ کریں اور اگر کبھی لامحالہ آنا بھی چاہیں تو ایسے اوقات میں تشریف لائیں کہ دارالعلوم کے کام اور اس کے تعلیمی نظام میں حرج نہ ہو۔ حضرتؒ یہ بات ان سے کہنا بھی چاہتے تھے مگر اشارۃً وکنایۃً، صراحۃً کہنے سے اس لئے اجتناب فرماتے رہے کہ ان کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ میرے اس کہنے سے کہیں ان کے دل نہ ٹوٹنے پائیں۔

اگست کی ستائیسویں تاریخ تھی۔ ظہر کی نماز دارالعلوم میں پڑھی۔ برادرم مولانا قاری محمد رمضان صاحب کو ساتھ لیا۔ عصر کی نماز جی ٹی ایس اڈہ پشاور کی جامع مسجد میں ادا کی اور پون گھنٹہ بعد ہم لوگ خیبر ہسپتال پشاور کے مین دروازے پر پہنچ گئے۔ گیٹ بند تھے۔ خلاف معمول باوردی پولیس لوگوں کو اندر جانے سے روک رہی تھی۔ چند لمحوں میں لوگوں کا گیٹ پر ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ ہمیں بھی روک دیا گیا۔ کسی صاحب نے بتایا کہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ جناب ریٹائرڈ جنرل فضل حق صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی عیادت کے لئے آرہے ہیں۔ ان کی آمد پر یہ حفاظتی تدابیر اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ہم ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ تو دیکھا کہ ہسپتال کے دروازے پر علماء، طلباء، افغان مجاہدین متشرع اور دیندار لوگوں کی بھی ایک بھیڑ جمع ہو گئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی ہماری طرح حضرت شیخؒ کی عیادت اور ملاقات کے لئے اندر جانا چاہتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ کوئی ایک گھنٹہ ہسپتال میں رہنے کے بعد جب واپس ہوئے تو لوگوں کو اندر جانے کی اجازت مل گئی۔

اس سے قبل گذشتہ سال جب سی ایم ایچ ہسپتال راولپنڈی میں احقر حضرت شیخؒ کی عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا تھا تو میری حاضری سے چند لمحے قبل اس وقت کے وزیر اعظم جناب محمد خان جونیجو حضرت شیخؒ کی عیادت کر کے واپس جا رہے تھے۔ وہاں بھی یہی صورت حال پیش آئی تھی۔ یہ بھی ایک گونہ اسی نوعیت کا دوسرا چانس تھا۔ بہر حال ہم بھی مختلف گیلریوں سے ہوتے ہوئے حضرت اقدس کی قیامگاہ کمرہ ۱۰۳ میں پہنچ گئے۔ حضرت شیخؒ کے محبین ومخلصین کی ایک جماعت، بنوں سے آئے ہوئے علماء اور افغانستان کے محاذ جنگ سے آئے ہوئے ایک کمانڈان، تحریک جنود اللہ عالمی کے امیر مولوی بادشاہ گل حقانی اپنی جماعت مجاہدین کے ہمراہ ہمارے ساتھ اسی کمرہ میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم لوگ کمرہ میں داخل ہوئے تو سامنے چہرۂ اقدس پر نظر پڑی۔ ضعف وعلالت اور بیماری کے باوجود معمول کی نورانی صورت کی رونق میں اضافہ تھا۔ احقر بار بار جب حضرتؒ دوسری طرف متوجہ ہو جاتے اشتیاق ومحبت کے جذبات کے ساتھ بے قرار نظروں سے جی بھر کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ہر بار یوں محسوس ہوتا کہ ایک فرشتہ ہے جو آسمان سے اتر آیا ہے۔ اپنی طبعی افتاد، اخلاق وتواضع اور ایک عظیم، علمی ودینی، سیاسی وملّی اور روحانی عظمت ومقام کے باوصف عجز وانکسار کی وجہ سے پہلے سے کئی گنا بڑھ کر محبوبیت اور شرافت ان کی پیشانی سے جھلکتی بلکہ

جسمانی تکان مرتفع ہوجاتا۔ جب نماز مغرب حضرت شیخؒ کی معیت میں پڑھ کر مجلس شیخؒ سے دارالعلوم واپسی ہوتی تو ایسا محسوس ہوتا گویا کسی نے طاقت کا ٹیکہ اور فرحت و انبساط کا انجکشن لگا دیا ہے ؎

ہر چند پیر و خستہ و بس ناتواں شدم
ہر گہ نظر بر روئے تو کردم جواں شدم

واقف کار حضرات، حضرت شیخؒ کے خدام اور قریبی مخلصین و احباب، دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ، جہاد افغانستان کے محاذ جنگ کے جرنیل اور مجاہدین بھی عموماً عصر کے مبارک وقت کی تاڑ میں رہتے اور عملاً "صحبتے با اہل حق" سے مستفید اور لطف اندوز ہوتے، دشمن سے مقاتلہ، عزیمت اور شہادت کے عزائم، جہاد کے تسلسل، استقامت کے ارادے، موقف میں پختگی، شوق جہاد کے جذبات اور ایمان آفرین کیفیات سے مسرور ہوتے۔ اب انہیں یہ اضطراب ہے کہ روسی دشمن اور اپنے سے کئی گنا بڑھ کر ایک طاقت ور عفریت کے مقابلہ میں ہمیں استقامت اور عزیمت کا درس کون دے گا انابت الی اللہ، پرخلوص توجہ، اور مستجاب دعاؤں سے اب ہماری پشت پناہی اور ڈھارس کون بندھوائے گا۔

حضرت شیخؒ بیمار ہوئے تو محبین و مخلصین، معتقدین و زائرین، مشائخ علماء، فضلاء اور عامۃ المسلمین، افغان قائدین محاذ جنگ کے جرنیل اور مجاہدین کا حضرت شیخؒ سے ایک لمحہ صحبت، ایک نظر شفقت، ایک نگاہ شوق اور ایک جھلک ذوق دید کی تحصیل اور تکمیل کے لئے خیبر ہسپتال پشاور کے بالائی احاطہ کمرہ ۳۰ کی طرف ایک تانتا بندھ گیا۔ اُدھر سے بھی معاملہ ایسا ہی تھا۔ کوئی بندش نہیں۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ ڈاکٹروں کے ہزار منع کرنے کے باوجود دور دراز سے آنے والے مخلصین و محبین اور عامۃ المسلمین کی دل شکنی گوارا نہیں۔ سب کو ملاقات کی اجازت ہے۔ جو چاہے جب چاہے وقت، بے وقت اپنے قلب اور ذوق عشق کی انگیخت پر کمرہ ۳۰ میں پہنچ جائے۔ شدید علالت، عوارض و امراض۔ ضعف اور شدت تکلیف کے باوجود حضرت شیخؒ سے ملاقات ہوتی۔ تو یوں محسوس ہوتا گویا حضرت آنے والوں کے لئے چشم براہ تھے وہی دھیمی سلیس اور نستعلیقی گفتگو، محبت بھری ادائیں۔ شفقت اور پیار سے معمور نگاہیں۔ پرنور ارشادات اور فیوض و برکات اور سادہ و بے تکلف اطوار و عادات سے یہ ترشح ہوتا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے چاہنے والوں کے مطلوب نہیں طالب ہیں۔ محبوب نہیں محب ہیں۔ مخدوم نہیں خادم ہیں۔ مراد نہیں مرید ہیں۔ اور کسی بھی دیکھنے والے کو یہ تاثر لینے میں قدرے تامل کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ کہ حضرت شیخؒ شدید بیماری کی تکالیف کے باوجود اپنے چاہنے والوں پر دل و جاں سے نچھاور ہو رہے ہیں۔ صحبت شیخؒ کی ایک ایک ادا، نگاہ شفقت کا سحر انگیز التفات، انس و محبت اور حکمت بھرے لہجے کا محبوبانہ اتار چڑھاؤ کس کس پہلو کو لیا جائے اور کیا بتایا جائے ع

بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ اور خدام جب ہسپتال میں حاضر خدمت ہوتے تو ارشاد فرماتے۔ "اپنے کام میں لگے رہو، دارالعلوم کا

ابلتی نظر آتی تھی۔

احقر نے حضرت شیخؒ سے اضیاف کا تعارف کرایا۔ افغان مجاہدین کے وفد کے سربراہ اور تحریک جنود اللہ عالمی کے امیر مولوی بادشاہ گل حقانی نے عرض کیا۔ حضرت! آپ کی دعائیں آپ کی توجہ اور آپ کا وجود مسعود ہمارے لئے پناہ گاہ ہے۔ ہم کل سے محاذ جنگ پر جا رہے ہیں۔ گو کہ آپ کی علالت اور شدت تکلیف کا ہمیں احساس بھی ہے۔ ہم صرف دعا کے لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔

افغان مجاہدین کا نام سنتے ہی حضرت شیخ الحدیثؒ سنبھل گئے۔ محاذ جنگ کی رپورٹ دریافت فرمائی۔ تازہ ترین صورت حال پر بحث فرماتے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات جو عملاً جہاد افغانستان میں روسی دشمن سے برسر پیکار ہیں یہ آپ کی شرافت، نجابت، کامیابی اور مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔ مجاہدین کی درخواست پر بڑے الحاح اور عجز و انکسار کے ساتھ ان کے لئے دعا کی۔

آج بھی حسب معمول جذبہ جہاد کا نور ان کی ہر ادا اور ہر پہلو سے ظاہر ہوتا تھا۔ تحریر اس کی متحمل نہیں ورنہ اس تصور سے حضرت شیخؒ کے علمی و دینی اور قومی و ملکی خدمات کی طرح آٹھ دس سال سے جہاد افغانستان کے پہلو سے بھی ان کی زندگی ایک کھلے صحیفے کی طرح سامنے آگئی ہے جس کا ہر صفحہ نورانی اور ہر ورق زرین ہے۔

مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے چارپائی سے اٹھنا چاہا مگر ضعف و علالت کے پیش نظر مجاہدین کے اصرار پر بیٹھے بیٹھے سب سے معانقہ اور مصافحہ کرتے رہے اور اَستودِعُ اللهَ دینکم و امانتکم وخواتیم اعمالکم مسنون دعا کے ساتھ سب کو رخصت کرتے رہے۔

بنوں سے دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلا بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے تھے انہیں بھی حضرت شیخؒ بڑے تلطف، شفقت محبتوں اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ وہ بھی رخصت ہوگئے تو احقر حضرت شیخؒ کے ساتھ ان کی چارپائی کے پائنتی بیٹھ کر ان کے استفسار پر دارالعلوم کے حالات، اسباق، اساتذہ کرام کے تسلیات، طلبہ دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات کی تیاریاں اور امتحانی کمیٹی کی کارکردگی کی اجمالی رپورٹ سنائی۔ حضرت بڑے متوجہ رہے۔ پھر از خود دریافت فرمایا کہ کل صوابی کا دورہ کیسے رہا؟

دراصل کل کی بات یہ تھی کہ ضلع صوابی کے علماء اور جمعیۃ علماء اسلام کے کارکنوں نے قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے لئے ضلع صوابی میں علماء کی میٹنگ رکھی تھی اور صوابی سے ۲۰، ۲۵ میل آگے گدون میں جلسہ عام کا پروگرام تھا۔ احقر نے تفصیل سے صورت حال عرض کردی۔ لوگوں کا دین سے لگاؤ، والہانہ استقبال، جمعیۃ کے موقف سے وابستگی، نفاذ شریعت اور غلبہ اسلام کے لئے مولانا سمیع الحق سے تعاون کے جذبات تفصیل سے عرض کئے تو بہت مسرور ہوئے۔ چہرۂ اقدس پر بشاشت کے آثار نمایاں تھے۔ پھر ارشاد فرمایا کس کس نے تقریریں کیں اور کیا کیا کہا؟

حقر نے اپنی یادداشت کی حد تک سب حضرات کی تقریروں کے خلاصے سنادئے تو مسکراتے ہوئے پھر ارشاد فرمایا! آپ کی تقریر کا موضوع اور مضمون کیا تھا؟ کیا عرض کرتا جھجک کر رہ گیا۔ براہِ راست حضرت شیخ الحدیثؒ سے دریافت کرنے کی جرأت تو نہ ہو سکی۔ احقر نے محمد یوسف شاہ سے جو وزیر اعلیٰ کی حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری کے وقت موجود تھے سے دریافت کیا۔ شاہ جی! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لائے تھے ، عیادت کی ہوگی اور کوئی خاص بات بھی ہوئی کہ نہیں۔ وہ کہنے لگے ہاں! وزیر اعلیٰ صاحب آئے تو انہوں نے حضرت سے بڑی معذرت کی۔ حضرت شیخؒ کے ساتھ چارپائی پہ پائنتی کی طرف بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ حضرت! خدا گواہ ہے مجھے آپ کی بیماری اور ہسپتال میں داخلے کا کوئی علم نہیں تھا۔ آج اتفاقاً مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے آپ کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت بیمار ہیں اور ہسپتال میں ہیں تو مجھے بہت قلق ہوا۔ آپ سے میری جو عقیدت ہے اور محبت اور اعتماد ہے بغیر کسی تصنع و ریا کے عرض کرتا ہوں کہ اس کے پیش نظر چاہیئے تھا کہ میں اب تک کئی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوتا۔ چونکہ مجھے علم نہیں تھا اس لئے میں عفو چاہتا ہوں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے انہیں فرمایا . . .

شاہ جی کی بات ابھی جاری تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج وزیر اعلیٰ کی آمد کے موقع پر ان سے صاف کہہ دیا کہ مرحوم صدر ضیاء الحق ملک میں نفاذِ شریعت کا مقصد حاصل نہ کر سکے۔ مگر اب یہ ساری ذمہ داری ان کے قریبی رفقاء پر بالخصوص آپ پر آگئی ہے۔ کہ آپ ان کے معتمد اور قریب ترین ساتھی تھے آپ نے اپنے نام کی بھی لاج رکھنی ہوگی کہ تمہارا نام "فضل حق" ہے اس کا معنی اور مفہوم بھی قابلِ لحاظ ہے۔ اپنی ترجیحات میں سب سے پہلا کام نفاذِ شریعت کا بنا لو۔ دوسری بات جو وقت کی اہم ضرورت اور قومی اور ملکی اور ملی اعتبار سے بہت اہم ہے وہ جہاد افغانستان کی بھرپور حمایت ہے۔ صوبہ سرحد اس اعتبار سے ایک نازک اور حساس مقام پہ ہے آپ نے افغان مجاہدین کی سرپرستی اور ان کی حمایت کا بھی پورا پورا خیال رکھنا ہوگا۔ جب آپ ان دونوں باتوں کو اصولی طور پر اپنا لیں گے تو خدا تعالیٰ کی مدد بھی تمہارے شاملِ حال ہوگی۔

نمازِ مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور دو ایک منٹ اس پر مزید بھی گذر گئے تھے۔ حضرت اقدسؒ کے ارشادات میں در آنے کی جرأت کون کر سکتا تھا۔ جب بات مکمل فرمالی تو بتایا گیا کہ حضرت! نماز کا وقت ہو چکا ہے اور دو منٹ زائد بھی گذر چکے ہیں۔ یکایک چونک پڑے سنبھل گئے نماز باجماعت کا حکم فرمایا۔ احقر نے تکبیر کہی مولانا قاری محمد رمضان صاحب نے امامت کی۔ حضرت شیخؒ چارپائی پر بیٹھ کر نماز میں شریک رہے ہم نے ان کے محاذات میں نماز کی صف بنالی تھی۔ میرا کاندھا حضرت شیخؒ کے کاندھے کے ساتھ ملا ہوا تھا۔

سنتیں پڑھ لی گئیں تو دروازہ پر دستک ہوئی۔ خود حضرت اقدس متوجہ ہوئے، ارشاد فرمایا دیکھو! مہمان ہوں گے۔ دروازہ کھولا گیا تو ڈاکٹروں کا ایک وفد تھا ہر ایک ملتا اور اپنا اپنا تعارف کراتا رہا۔ آخر میں

سب نے عرض کیا حضرت! ہمیں آپ کی علالت کا اس سے پہلے علم نہیں تھا آج معلوم ہوا تو حاضرِ خدمت ہو گئے ہیں ہمارے لائق کوئی خدمت اور کسی قسم کا کار لائق ہو ہم بہرصورت تیار اور دعاؤں کے خواستگار ہیں۔

حضرت شیخؒ نے انہیں جوانی میں عمل صالح کی ترغیب دی اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ جب وہ رخصت ہوئے تو ہمارے لئے محمد یوسف شاہ سے چائے کا کہا۔ جب تک ہم چائے سے فارغ نہیں ہوئے بار بار دریافت فرماتے رہے کہ انہیں چائے دی گئی ہے یا نہیں۔ اور جب رخصت ہونے لگے تو بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ دعا فرمائی۔ حاضر دماغی فکری قوتوں کی بیداری اور کمال شفقت و عنایت اس درجہ کہ میرے بعض مشاغل کے نام لے کر ان کی تکمیل کی دعا فرماتے رہے۔ مصافحہ کرتے اور ہمارے کمرہ کے دروازہ سے نکلتے وقت تک زبان مبارک پر دعاؤں کا ورد تھا کہ وہ سراپا مجسمہ دعا ہی تھے ؎

عمر گذری ہے تیرے دربار میں آتے ہوئے
گڑگڑاتے مانگتے اور ہاتھ پھیلاتے ہوئے

واحسرتاہ! کیا خبر کہ اس کے بعد پھر عین حیات حضرت شیخؒ کی زیارت و ملاقات کا موقعہ نہ مل سکے گا۔ بلکہ بیماری بھی حضرتؒ کی عام معمول کی بیماری تھی یہ تو وہم و گمان اور تصور میں بھی نہیں آتا تھا کہ ہماری اب کی بار حضرت شیخؒ کی خدمت میں گویا آخری بار کی حاضری ہے اور "صحبتے با اہلِ حق"[1] کا ایک عظیم باب یہاں ختم ہو رہا ہے ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

دارالعلوم میں عصر کی نماز پڑھ کر چھ سال سے "مسجد شیخ الحدیثؒ" میں "صحبتے با اہلِ حق" کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کی طبیعت بن گئی تھی یا صبح گیارہ بجے دفتر اہتمام میں حضرت شیخؒ کے ذاتی خطوط کے جوابات لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کرتا تو اس طرح دل بیتاب کو نظرِ شفقت اور نگاہ دلنوازنہ سے قرار حاصل ہو جایا کرتا تھا۔ یہ عادت تھی یہ روزانہ کا معمول تھا اور یہی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی ...... اور اب بھی ہے مگر پہلے سے مختلف۔ ستمبر سے پہلے جب صحبت شیخؒ میں حاضری کے لئے قدم اٹھتے تھے تو کتنا اشتیاق ہوتا تھا، کیسا قوی اور کامل یقین، کہ دکانِ معرفت اور مکتب علم و عرفان کھلا ہوا ہے۔ مطب روحانی گرم ہے ہم بیماروں کے جاتے اور پہنچتے ہی مرہم شفا ہاتھ میں ہو گا۔ ہر درد

---

[1] "صحبتے با اہلِ حق" کے عنوان سے اب تک شائع شدہ مسودات کو کتابی ترتیب دے کر مستقل کتاب کی صورت میں شائع کرنے کے پیش نظر کاتب کے حوالے کر دیا ہے جو قریبی ایام میں منظرِ عام پر آجائے گی۔ انشاء اللہ۔ علاوہ ازیں حضرت شیخؒ کے مختلف مجالس کے افادات جو وقتاً فوقتاً نوٹ ہوتے رہے اسی عنوان کے تحت آئندہ بھی الحق میں شائع ہوتے رہیں گے، انشاء اللہ۔

کی دوا ہر فکر و غم سے تشفی۔ ہر رنج و اندوہ سے نجات کا سامان ۔۔۔ مگر اب کی حاضری کی رُت بدلی ہوئی ہے آج قسمت پلٹی ہوئی ہے وہ دکانِ معرفت اور مکتب علم و عرفان بند۔ مطب روحانی اجاڑ۔ شفا کے بجائے حسرتِ شفا۔ دوا کی جگہ دوا کی یاد اور مکین کے عوض صرف مکان۔ خوشگوار یادوں، صحبتے با اہل حق کے افادات اور ملفوظات کا محفوظ رہ جانا بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

اور اب گذشتہ صحبتوں کی حسرتیں مٹانے۔ پرانی عادت نبھانے اور تسکین قلب کا سامان بنانے کے لئے حاضری ہوتی ہے تو مزار پر۔ اور مزار ؟ آہ ! مزار ! نہ کوئی بلند گنبد، نہ کوئی کلس دار قبہ، نہ چاردیواری نہ آستانہ۔ نہ جنگلہ نہ کٹہرا، نہ پھول، نہ چادر، صدر مملکت جناب اسحاق خان، بعض گورنروں، مرکزی اور صوبائی وزیروں۔ بعض علاقائی ملکی اور قومی تنظیموں کی طرف سے اعتراف خدمات اور قومی اعزاز کے طور پر جو پھولوں کی چادریں چڑھا بھی دی گئی تھیں۔ تو وہ بھی مولانا سمیع الحق نے اتروا دیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رض کے تعامل میں اس کا ثبوت نہیں۔

بس ایک درمیانی درجے کی وسعت کا قبرستان، جانب جنوب میں تقریباً تین سو طلبہ کے حفظ و تجوید کی درسگاہ اور رہائشی عمارت۔ تقریباً وسطِ قبرستان میں معمولی سے رقبہ پر ایک سادہ سی قبر اور وہی اللہ کے اس شیر کی آرام گاہ۔ نہ سنگِ مرمر نہ کمرہ نہ چھت۔ صرف آسمان کی کھلی ہوئی چھت کے نیچے ایک نیچی سی کچی تربت۔ سادگی کی تصویر، اور صاحب قبر کی بے نفسی کا آئینہ۔ نہ لوح نہ کتبہ۔ چند قدم کے فاصلہ پر جانب مشرق میں حضرت شیخ رح کی رفیقہ حیات آرام فرما ہیں۔ اور جانب مغرب میں دارالعلوم کے بے لوث خادم، حضرت شیخ کی زندگی میں ان کے بزم و رزم کے رفیق با اختصاص دارالعلوم کے مرحوم ناظم اعلیٰ مولانا سلطان محمود۔ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے قدیم ارکان جناب الحاج غلام محمد مرحوم۔ جناب الحاج حافظ نور بادشاہ مرحوم، پیشوائی کے شوق میں پہلے ہی سے پہنچے ہوئے ۔۔۔ سادگی اور بے کسی میں حضرت شیخ کی قبر ان سب قبروں سے پست ۔۔۔ زندگی میں بھی تو حضرت خود کو اپنے متوسلین سے پیچھے رکھتے تھے ۔۔۔ اب کی ان حاضریوں میں تصور کی آنکھ کیا کیا دیکھتی ہے۔ تخیل کے کانوں میں کیا کیا آوازیں آتی ہیں۔ کوئی کہے بھی تو کس زبان سے ع

ایں حدیثے را بیان دیگر است

اپنے اکابر اساتذہ اور مشائخ سے بارہا امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رح۔ قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رح۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رح۔ محدث جلیل علامہ انور شاہ کشمیری رح۔ شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رح۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رح۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رح کے آخری آرام گاہوں پر حاضری کے وقت وہاں کے حالات اور

کیفیات سنے تھے۔ بس کہنا چاہیئے کہ یہاں بعینہٖ وہی دیکھنے میں آئے۔ وہی نقشہ یہاں بھی ہو بہو موجود، وہی سوزش وہی شورش. وہی سکینت. وہی ٹھنڈک، وہی ہیبت. وہی جلال۔ وہی انس اور وہی جمال۔

اور اب جب حاضری ہوتی ہے تو دل کو نہ ختم ہونے والی داستان مسلسل ستاتی رہتی ہے۔ یوں آنا ہوتا تھا۔ یہاں بیٹھنا ہوتا تھا، یہ ارشادات ہوتے تھے۔ اس طرح کی شفقتیں ہوتی تھیں کیا کیا سننے میں اور کیا کیا دیکھنے میں آتا تھا۔ آہ! تو کیا تیرا بندہ بھی فانی تھا ہے بے شک موت و فنا تو اس نامور خادم کے نامور آقا ﷺ تک کے لئے مقدر کردی گئی تھی۔

وما محمدٌ الا رسول قد خلت — اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہی ہیں ان سے
من قبله الرسل (آل عمران ۱۴۴) — قبل اور بھی رسول گذر چکے ہیں۔

یہ ایک آیت امت کی تسلّی اور تعزیت کی کیسی پوری دنیا کی دنیا اپنے اندر آباد رکھتی ہے۔

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور واجبی نرخ پر جوتے بناتی ہے

Servis

سروس شوز

قدم قدم حسین قدم قدم آرام